تاریخ اسلام کے فدائی دستے

کتاب وسنت وتاریخ کی روشنی میں
تحقیق آمیز بیان

حافظ عبدالرحمن مکی

تاریخ اسلام

کے فدائی دستے

پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی

نام کتاب ———— تاریخ اسلام کے فدائی دستے

تالیف ———— پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی

اشاعت اول ———— اکتوبر 2003ء

ناشر ———— دارالاندلس

ملنے کا پتہ

دارالاندلس

مرکز القادسیہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور

فون: 7231106-7230549

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ بَعْد!!

1999ء کی بات ہے مجاہدین کارگل و دراس کی چوٹیوں سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کررہے تھے۔ چالیس ہزار ہندو فوج ان کے گھیرے میں تھی۔ قریب تھا کہ 1971ء کی پسپائی کا خوب بدلا لیا جاتا کہ اچانک یہ خبر سننے کو ملی کہ وزیر اعظم پاکستان امریکہ کی میز پر جیتی ہوئی جنگ ہار آئے ہیں۔ پاک فوج کی واپسی کا اعلان ہوا۔ جہاد سے محبت رکھنے والوں کے حوصلے پست ہوئے۔ کشمیری، جو اپنی صبح آزادی طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے گہری تاریکی میں چلے گئے۔ ایک مرتبہ پھر ہزاروں شہداء کے خون سے غداری کی تاریخ رقم ہوئی۔ لوگ کہنا شروع ہوگئے کہ کشمیر کاز کو اتنا دھچکہ لگا ہے۔ کہ اب شائد یہ کھڑا نہ ہو پائے۔

اسی اثنا میں رب تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوئی۔ جلال پور پیر والا ملتان سے تعلق رکھنے والے اپنے بندے حافظ محمد اکمل کو توفیق دی۔ وہ آگے بڑھا، بانڈی پورہ کے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوا۔ بریگیڈئر چکر وتی سمیت درجنوں فوجیوں کو جہنم رسید کیا۔ ناقابل تسخیر ہونے کے نتیجہ میں انڈین آرمی نے پوری بلڈنگ کو بارود سے اڑا دیا۔ اس نے اپنا وجود تو ٹکڑے ٹکڑے کروا لیا لیکن امت مسلمہ کے مظلوم طبقہ کے لیے فدائیت کا ایسا راستہ کھل گیا کہ جس سے آنے والے وقت میں

دنیا کی سپر پاوروں کو سامنا کرنا تھا۔ ایک ہفتہ بعد ایک دوسرے ہیڈ کوارٹر میں فدائی کاروائی اور پھر مجاہدین کے عالمی اجتماع کے موقعہ بادامی باغ کور ہیڈکوارٹر پر عدیم المثال یلغار، حتیٰ کہ دہلی کے لال قلعہ تک فدائیوں کی ہیبت سے لرزہ براندام ہونے لگے اور پھر پوری دنیا میں گوریلا وار کا فدائی انداز جاری ہوگیا۔ ایک طرف مظلوموں کے سینے ٹھنڈے ہوئے تو دوسری طرف سابقہ روایات کے عین مطابق اشکال زدہ لوگوں نے طرح طرح کے اعتراضات کرنا شروع کر دیے۔ یہ تو خود کشی ہے، یہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے، یہ حرام کی موت ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب ضرورت تھی کہ شرعی دلائل اور تاریخی حقائق سے اس کی وضاحت کی جاتی، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے محترم حافظ عبدالرحمٰن مکی حفظہ اللہ تعالیٰ کو، کہ انہوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا اور ''تاریخ اسلام کے فدائی دستے'' کتاب وسنت اور تاریخ اسلام سے باقاعدہ دلائل کے ساتھ ثابت کئے۔ مجلّہ الدعوۃ نے اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس میں بعد میں رقم نے کچھ واقعات ''جو صحیح احادیث میں صحابہ کرام کے موجود تھے'' کا اضافہ کیا، اور اب افادۂ عام کے لیے اسے ''دارالاندلس'' کی طرف سے شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور امت مسلمہ کو دین پر فدا ہونے کی توفیق دے، تاکہ کفر کا منہ کالا اور اسلام کا بول بالا ہو۔ آمین

آپ کا بھائی!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

تاریخ اسلام کے فدائی دستے

کتاب وسنت اور تاریخ کی روشنی میں ایک تحقیق آفریں جائزہ

اللہ رب العزت نے امت مسلمہ پر بے پناہ انعامات واحسانات کئے ہیں۔ انہی احسانات میں سے ایک عظیم احسان فرضیت جہاد وقتال ہے۔ مسلم امہ پر اللہ تعالی نے جہاد کو دائمی طور پر فرض کردیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾

(البقرہ:٢١٦)

''اورتم پر کافروں سے لڑنا فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو برا لگے گا اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جو تمہیں بری لگے لیکن تمہارے حق میں وہ بہتر ہو اور ایک چیز تمہیں اچھی لگے لیکن وہ تمہارے

لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

ہر حال اور ہر شکل میں جہاد کو جاری رکھنے کے لئے فرمایا:

﴿ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴾

(التوبة: ٤١)

"نکلو ہلکے ہو یا بھاری اور جہاد کرو اپنے مال وجان کے ساتھ یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو۔"

تمام اطراف واکناف عالم میں، پوری دنیا میں، ہر دشمن اسلام کے خلاف، ہر منکر وکافر کے خلاف، ہر براعظم اور برصغیر میں جہاد کے لئے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الۡحَـقِّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡـكِتٰبَ حَتّٰى يُعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴾ (التوبہ۔ ٢٩)

"لڑائی کرو ان لوگوں سے جو اللہ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے ساتھ اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حرام قرار دیا' اسے حرام نہیں مانتے اور سچے دین کو قبول نہیں کرتے' ان

لوگوں میں سے جو کتاب دیئے گئے ہیں یہاں تک (قتال کرو) کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور اس حال میں کہ وہ ذلیل ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (الانفال۔ ۳۹)

''اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہوجائے۔''

پوری دنیائے کفر کا خاتمہ اور غلبہ اسلام کا حصول وہ اعلی وارفع مقصد ہے جس کے حصول کے لئے اللہ رب العزت نے امت محمد ﷺ پر جہاد فرض قرار دیا اور اسے اتنا اونچا نصب کردیا کہ ((ذِرْوَةُ سَنَامِ الْإِسْلَامِ)) ''اسلام کی چوٹی'' قرار دیا۔ اور ((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ)) میں سے قرار پایا گو کہ بظاہر اس میں قتل نفس اور تلف اموال ہے مگر اسی سے امت محمد ﷺ کی حیات وبقا ہے اور اسی سے دعوت محمد ﷺ کی آفاقیت وعالمیت قائم ہے۔ اقوام عالم کو مختلف دعوات باطلہ کے قبضہ (Clutch) سے نکال کر ایک توحیدی جھنڈے تلے جمع کرنا' ایک اللہ کی عبادت کروانا' ایک قرآن کو

ساری دنیا کا دستور، نظام منوانا' ایک کلمہ پر اکٹھا کرنا اسی سے ممکن ہے چنانچہ فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ))

[صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابو اوأقاموالصلوٰۃ وآتو الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم]

''مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

((بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتَّى يُعبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهُ)) [مسند احمد : ۲/ ۵۰]

''قیامت تک کے لئے مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔''

اسلام نے جہاد وقتال کی فرضیت کے حکم اور اس کی آیات کے نزول پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم جمیل پر عمل کو آسان تر کرنے کے لئے اور انسان کے اندر اس کی رغبت وشوق پیدا کرنے کے لئے اس پر بہت زور صرف کیا۔ باقاعدہ تربیت (Coaching) فرمائی ۔ نبی ﷺ کو

الگ اس کی ذات میں جہاد کا پابند کردیا۔ فرمایا:

﴿ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا ﴾ (النساء: ٨٤)

"(اے نبی ﷺ) تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہ! آپ تو صرف اپنی جان کے مکلّف ہیں۔ ہاں ایمان والوں کو رغبت بھی دلاؤ۔ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کردے۔ اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بہت سخت ہے۔"

امت کو الگ حکم کے تحت پابند کردیا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ﴾ (النساء: ٧١)

"اے اہل ایمان اپنا بچاؤ اختیار کرو اور نکلو اللہ کی راہ میں' گروہوں کی شکل میں یا سبھی اکٹھے ہوکر۔"

﴿ وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴾ (النساء:۷۵)

''اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں لڑتے ہی نہیں ہو اور کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کیلئے (کیوں نہیں لڑتے) جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی دوست بنا اور کسی کو ہماری مدد پر مقرر فرما۔''

گویا اللہ نے جہاد کے لئے ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کو پابند ٹھہرایا۔ ہر رشتہ اور ہر تعلق کو جہاد پر قربان کر دینے کا سبق دیا۔ خوب خوب واضح کیا کہ مسلمانوں کی نسلوں اور فصلوں کی بڑھوتی جہاد میں ہے۔ اس حقیقت کو پر زور طریقہ پر ثابت کیا کہ مسلمانوں کی عزتوں اور حرمتوں کا محافظ جہاد ہے۔ مسلمانوں کی سرحدات کا تحفظ جہاد میں ہے۔ مسلمانوں کی آزادیوں کی ضمانت جہاد میں ہے۔ ان کی حکومتوں، خلافتوں کا استحکام جہاد میں ہے۔ ان کے معاہدات ومواثیق کا احترام جہاد میں ہے۔ ان کے دشمنوں کی سازشوں اور یلغاروں کا توڑ جہاد میں ہے' ان کی عزت کی زندگی جہاد میں ہے۔ اور یہ کہ ان کا رزق' معیشت ومعاش ان کے نیزے کے چوڑے پھل میں ہے اور ان کی دھاک ان کی تلوار میں ہے۔ توحید وتلوار کا یہ سنگم' وار و یلغار کا یہ امتزاج دعوت محمدیہ ﷺ کے ایک ایک دن سے اور ایک ایک

معرکہ سے مترشح ہے۔ اس انداز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ کے پیرو جوان اس ردھم پر پلے بڑھے ہیں' زندگی کی بے ثباتی کا یقین' جنتوں کا شوق' اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول' اسلام کے دشمنوں اور ان کی عسکری قوتوں کا خاتمہ کرنا اور علم توحید کو کرہ ارض پر لہرا دینے کا عزم انہیں شہادتوں کا دیوانہ کئے رکھتا ہے۔

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اسلام نے جہاد وقتال کی تحریض وترغیب کے لئے ہر ایک اسلوب وپیرایہ استعمال کیا۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ حکم دیا۔

﴿ یَآیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ﴾

(الانفال:٦٥)

''اے نبی مومنوں کو قتال پر ابھارو۔''

اس بے پناہ تحریض وترغیب اور تعلیم وتربیت سے مسلمانوں کے اندر نکھار پیدا ہوا۔ وہ اولوالعزمی کی طرف بڑھے۔ بڑے سے بڑا دشمن ان کو اپنی نگاہ میں حقیر وصغیر لگنے لگا۔ بڑے بڑے اھداف چھوٹے چھوٹے بن گئے۔ زمین کی ساری وسعتیں اور فاصلے ان کے گھوڑوں کے قدموں تلے سمٹ سکڑ گئے۔ مشرق مغرب سے اور شمال جنوب سے مل گئے۔ ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوا۔ دو طرح کے مسلمان اور جہادی کردار ابھر کر سامنے آئے۔ عام

جہادی مسلمان جو ہر وقت عمومی جہاد کے جذبہ سے سرشار' مستعد وتیار اور ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ: ۲۰۷) اللہ کے فدائی شعار کے تحت سپیشل ٹاسک فورس (S.T.F) کے پر عزم پہاڑ' دین اسلام پر دیوانہ وار فدا ہونے اور ہر وقت بڑے سے بڑے دشمن کو زیر کرنے اور بہادری کے نشہ سے چور' جوان فدائی دستے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى ...... یہ اور اسی جیسی دوسری آیات نے خاص لوگ کھڑے کر دیئے جو دنیا اور اس کی محبتوں' رغبتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہر وقت اپنے نبی مکرم ﷺ کے پیارے ہونٹوں کی حرکت پر متوجہ رہتے کہ کب آواز آئے مَنْ لِىْ لِفُلَانٍ؟ کون ہے جو میرے لئے یہ کام کرے؟ تو وہ لپک کر اٹھیں اور ہدف مطلوب پر ٹوٹ پڑیں۔ دشمن، کافر' مشرک کو جا پکڑیں' حکم پر عمل کر ڈالیں' ہدف کو حاصل کریں۔ مشن کو مکمل کریں چاہے وہ اس میں قربان ہو جائیں یا اللہ ان کو محفوظ رکھے۔ اس کی مرضی۔ اس کی قطعاً پرواہ نہ ہو۔ بس جان فدا'' اسلام پر فدا' حکم نبوی ﷺ پر فدا' عقیدہ توحید پر فدا' کلمہ لا الہ الا اللہ پر فدا' شعوری طور پر علم و عقل' فہم وادراک کے ساتھ فدا' قومیت وعصبیت یا اپنی شجاعت و بہادری پر نہیں' صرف اور صرف اللہ کے دین پر فدا' آج لشکر طیبہ نے اپنی فدائی کارروائیوں سے اسی عہد کو پھر سے تازہ کیا ہے۔ مثالوں کو دہرایا ہے۔ بقائے دنیوی کی کوئی رغبت ان کے دل میں قطعاً تھی

ہی نہیں۔ دشمن کا خوف ان کے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔ اسلام کے صدر اول سے ہی ہمیں یہ فدائی لوگ ممتاز و منفرد شان والے نظر آتے ہیں۔ ہجرت تو سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم فرما رہے تھے مگر صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کی ہجرت کی عجیب شان ہے۔ سفر ہجرت کو چلے تو کفار مکہ نے راستہ میں آن لیا اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ بہت زیادہ لوگ' یہ تن تنہا مگر شان فدائی کی عجیب کیفیت۔ فوراً اپنی سواری سے اتر پڑے۔ ترکش کے تیر سامنے ڈھیر کر لئے۔ کمان پر چلہ چڑھایا اور اپنے سے کئی گنا زیادہ عدد والے دشمن کو للکارا' کہنے لگا:

« لَقَدْ عَلِمْتُمْ اِنِّی مِنْ اَرْمَاکُمْ وَاَیْمَ اللّٰهِ لَاتَصِلُوْنَ اِلَیَّ حَتّٰی اَرْمِیْکُمْ بِکُلِّ سَهْمٍ فِی کِنَانَتِی' ثُمَّ اَضْرِبُ بِسَیْفِی مَابَقِیَ فِی یَدِی مِنْهُ شَیْئٌ ثُمَّ افْعَلُوْا مَا شِئْتُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ »

”تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے اچھا تیر انداز ہوں اور مجھے اللہ کی قسم ہے' جتنے میرے پاس تیر ہیں' اتنے تمہارے آدمی ماروں گا۔ اس کے بعد ہی تم مجھ تک پہنچ سکتے ہو اور پھر میں اپنی تلوار جب تک چلا سکا' تم کو کاٹونگا' پھر اس کے بعد تم جو چاہے کرو مجھے پروا نہیں۔“

اب کافر لگے بغلیں جھانکنے، پھر سوچ کر کہنے لگے کہ تم اپنا مال جو مکہ میں ہے، ہمیں دے دو اور چلے جاؤ۔ تو فدائی صہیب نے مال ان کو بتلا دیا کہ جاؤ لے لو اور مدینہ کی راہ لی۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((رَبِحَ الْبَيْعُ اَبَا يَحْيٰى)) یعنی ابویحییٰ کا سودا کامیاب رہا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ﴾

(البقرہ : ۲۰۷)

''لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی جانوں کو بیچ دیتے ہیں۔''

جمہور علماء کے نزدیک یہ آیت صہیب بن سنان فدائی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری۔ جیسے جیسے اسلام کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا، جہاد زور پکڑ رہا تھا۔ مگر چونکہ مسلمان عدد میں قلیل اور قوت میں کم تھے۔ فوری زیادہ وسائل نہ تھے مگر چیلنجز بڑے بڑے درپیش تھے۔ سازشی لوگ اپنا خفیہ رول کھیل رہے تھے۔ سردار فوجیں جمع کر رہے تھے۔ حکومتیں پر تول رہی تھیں۔ نبی ﷺ اپنے تئیں ہر تدبیر کام میں لا رہے تھے مگر ان تمام تدابیر میں مفید ترین تدبیر فدائی صحابہ تھے جو بڑے سے بڑے نتائج اپنی فدائی کارروائیوں سے لا رہے تھے۔ آج کے دور کے محتاط مسلمان تو اس لذت سے آشنا ہی نہیں جو

ایک فدائی اس وقت محسوس کرتا ہے جب کہ وہ اکیلا تن تنہا دشمن کے لشکر میں دلیرانہ گھس کر پے در پے حملے کرتا، دشمن کو گھائل کرتا اور اپنی جنت کو تلاش کرتا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف آج تو یہ ذہن عموماً پایا جاتا ہے کہ ایسا عمل یا ایسی کارروائی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یا خودکشی ہے یا Suicidal mission ہے۔ اور پھر اس پر تنقید وتردید کے انبار وطومار ہیں۔ عدم جواز کے فتویٰ ہیں۔ اس کو مسترد Condemn کہا جاتا ہے۔ اور پھر بالآخر کفار کے سامنے سرنگوں ہو کر جینا اور ذلت ومذلت کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

نہایت افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آج بعض لوگ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو کر فدائی عمل کی مخالفت اور عدم جواز کی بات کرتے ہیں جبکہ شباب آج بھی میدان جہاد میں اسی شان فداویہ کو زندہ کر رہے ہیں۔ اور ایام صحابہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ لشکر طیبہ کے فدائی جوان اور ہندو فوج کے خلاف ان کی فدائی کارروائیاں سلمۃ بن الاکوع اور محمد بن مسلمہ جیسے مجاہدین صحابہ کرام کی شجاعت وبسالت کے واقعات کو پھر سے تازہ کر رہے ہیں۔ فضیلت والی بات تو یہ ہے کہ فدائی جب اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو رب تعالیٰ مسکرا دیتا ہے۔

« عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :
أَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ الَّذِينَ يَلْقُونَ فِي الصَّفِّ فَلَا يَلْتَفِتُونَ

وُجُوهَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلُوا، أُولٰئِكَ يَتَلَبَّطُونَ فِى الْغُرَفِ الْعُلَا مِنَ الْجَنَّةِ، يَضْحَكُ اِلَيْهِمْ رَبُّكَ، اِنَّ إِذَا رَبَّكَ ضَحِكَ اِلىٰ قَوْمٍ فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ»

[كتاب الجهاد لابن مبارك، مسند احمد : ٢٨٧/٥، مسند ابو يعلى ٢٥٨/١٢، رقم: ٦٨٥٥]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے افضل شہداء وہ ہوتے ہیں جو (دشمن کے مقابلہ میں) صف میں کھڑے ڈٹ کر لڑتے ہیں (چہروں کو) پیچھے متوجہ ہی نہیں کرتے حتی کہ وہ شہید ہو جاتے ہیں۔ یہ جنت کے بالا خانوں میں دادِ عیش دے رہے ہوتے ہیں۔ تیرا رب ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتا ہے۔ اور تیرا رب جب کسی قوم کی طرف دیکھ کر ہنس دے تو ان پر حساب و کتاب نہیں ہوتا۔

« قَالَ مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهِ؟ قَالَ غَمْسُهُ يَدَهُ فِى الْعَدُوِّ حَاسِراً، قَالَ: فَأَلْقىٰ دِرْعًا كَانَتْ عَلَيْهِ وَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ))

[مصنف ابن ابی شیبة ٣٣٨/٥، البداية والنهاية ٢٧١/٣]

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس ادا پر مسکراتا ہے فرمایا ''ننگے بدن اپنے ہاتھ دشمن میں ڈال دے۔ یہ سن کر معاذ بن عفراء نے اپنی زرہ اتار پھینکی اور لڑتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔

آیئے اس سلسلے میں فدائی کارروائیوں کی صورتیں ملاحظہ کریں۔

(۱) فدائی اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر دشمن کے لشکر میں گھس جائے۔

(۲) اکیلا شخص بہت طاقتور اور بہت زیادہ عدد والے دشمن پر حملہ کردے' ٹوٹ پڑے اس طرح سے کہ اس کی اپنی موت یقینی نظر آ رہی ہو۔

(۳) دشمن کو شدید نقصان پہنچانے کی غرض سے اس پر حملہ کر دے۔

(۴) صرف اپنی شہادت کو ہدف بنا کر دشمن سے بھڑ جائے اور لڑتا رہے تا کہ دشمن اسے قتل کر دے اور وہ شہید ہو جائے۔

(۵) اپنی کسی ایسی ادا کو دکھائے کہ اس سے اس کا رب راضی ہو جائے۔

(۶) جہاد سے پیچھے رہ جانے کے کفارہ میں بے جگری سے لڑتا ہوا گھستا ہی چلا جائے اور اپنی شہادت سے کم پر نہ ٹلے' نہ راضی ہو۔

یہ اور اس قسم کی بے شمار صورتیں فداویہ کہلاتی ہیں۔ اور اس کی مثالیں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں تواتر سے موجود ہیں۔ ہم ایک ایک کر کے ان کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام کی سب سے پہلی فدائی کاروائی:

《 قَالَ عَبۡدُالرَّحۡمٰنِ بۡنُ عَوۡفٍ اِنِّی لَفِی الصَّفِّ یَوۡمَ بَدۡرٍ اِذِ الۡتَفَتُّ فَاِذَا عَنۡ یَّمِیۡنِیۡ وَعَنۡ یَّسَارِی فَتیَان حَدِیۡثَا السِّنِّ فَکَأَنِّیۡ لَمۡ آمَنۡ بِمَکَانِهِمَا، اِذۡ قَالَ لِی أَحَدُهُمَا سِرًّا مِن صَاحِبِهٖ یَا عَمِّ أَرِنِیۡ أَبَا جَهۡلٍ، فَقُلۡتُ یَابۡنَ أَخِیۡ وَمَا تَصۡنَعُ بِهٖ؟ قَال: عَاهَدۡتُّ اللّٰهَ اِنۡ رَأَیۡتُهٗ أَنۡ أَقۡتُلَهٗ أَوۡ أَمُوۡتَ دُوۡنَهٗ فَقَالَ لِیۡ الۡآخَرُ سِرًّا مِن صَاحِبِهٖ مِثۡلَهٗ قَالَ: فَمَا سَرَّنِیۡ أَنِّیۡ بَیۡنَ رَجُلَیۡنِ مَکَانَهُمَا فَأَشَرۡتُ لَهُمَا اِلَیۡهِ فَشَدَّا عَلَیۡهِ مِثۡلَ الصَقۡرَیۡنِ حَتّٰی ضَرَبَاهُ، وَهُمَا ابۡنَا عَفۡرَاءَ 》 [بخاری کتاب المغازی ۳۹۸۸]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ بدر میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا۔ جب میں نے اپنے دائیں اور بائیں طرف توجہ کی تو دونوں طرف کم عمر انصاری نوجوانوں کو دیکھا۔ اور ان کا دائیں بائیں ہونا مجھے پسند نہ آیا۔ اچانک ان میں سے ایک نے اس طرح کہ دوسرے ساتھی کو پتہ نہ چلے مجھ سے کہا: ”چچا جان! مجھے ابوجہل دکھا دو۔“ میں نے پوچھا: ”بھتیجے!

تم اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھ لوں گا تو اسے قتل کر دوں گا چاہے اس کوشش میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کہ اس کے ساتھی پر ظاہر نہ ہو مجھ سے یہی پوچھا حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ پھر تو مجھے ان دونوں کے علاوہ کسی دوسرے کے درمیان ہونا بالکل پسند نہ آیا اور میں نے ان دونوں کو اشارہ سے ابوجہل دکھا دیا یہ دونوں ابوجہل کی طرف دو عقابوں کی طرح جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ یہ دونوں حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی کاروائی:

صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے دنوں کی بات ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کو آ رہے تھے کہ میں اور رباح رضی اللہ عنہ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریوں کے یعنی اونٹوں کے ساتھ نکلے۔ میرے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا گھوڑا تھا۔ میں اس پر اونٹوں کے ساتھ چل رہا تھا۔ ابھی اندھیرا ہی تھا کہ عبدالرحمٰن بن عیینہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ چرواہے کو قتل

کر دیا اور اونٹوں کو اپنے گھڑ سوار دستہ کے ہمراہ ہانک لیا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں' میں نے رباح سے کہا کہ اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ اسے طلحہ بن عبید اللہ کے سپرد کر دو اور نبی کریم ﷺ کو خبر کر دو کہ آپ کے جانوروں اونٹوں پر حملہ ہو گیا ہے۔ خود میں ایک ٹیلہ پر چڑھا۔ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے زور سے تین مرتبہ آواز لگائی یَا صَبَاحَاہُ یَا صَبَاحَاہُ یَا صَبَاحَاہُ ۔ یہ کرنے کے بعد میں نے اس قوم کا تعاقب کیا۔ میرے پاس تلوار اور تیر تھے۔ میں نے تیروں سے ان کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ اور ان کے گھوڑوں کو زخمی کرنے لگا۔ جہاں مجھے درختوں کا جھنڈ ملتا 'وہیں سے میں ان کو نشانہ بناتا اور حملہ کرتا۔ جب بھی کوئی گھڑ سوار میری طرف بڑھتا تو میں درخت کی جڑ میں بیٹھ کر گھات لے لیتا۔ پھر تیر مارتا تو جو بھی گھڑ سوار میری طرف آتا' میں اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیتا' لنگڑا کر دیتا تو یوں سب کو تیر مارتا جاتا اور کہتا:

اَنَا اِبْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

"میں ابن الاکوع ہوں اور آج پتہ چلے گا کہ کس نے ماں کا دودھ پیا ہے۔"

سلمہ کہتے ہیں کہ میں بھاگتا جاتا۔ وہ اپنی سواری پر ہوتے۔ میں تیر مارتا۔ میرا تیر ٹھیک نشانے پہ لگتا۔ میرا دشمن میرے تیر کے زخموں سے اپنے

کندھوں ، بازؤوں کو لپیٹ رہا ہوتا اور میں کہتا۔ لے پکڑ

اَنَا ابُنُ الاَکُوَعِ وَالیُوُمُ یَوُمُ الرُّضَّعِ

" میں ابن الاکوع ہوں اور آج پتہ چلے گا کس نے ماں کا دودھ پیا ہے۔"

سلمہ کہتے ہیں کہ میں ان پر درختوں کی اوٹ سے تیروں کی بوچھاڑ کرتا اور جب تنگ درے اور گھاٹیاں ہوتیں تو میں بھاگ کر پہاڑ کی بلندی پر آ جاتا اور پتھروں سے ان پر پتھراؤ کرتا۔ اس حال میں کہ میں اکیلا اور وہ بے شمار۔ میں ان کا پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان کو مار مار کر ان کے قبضہ سے نبی ﷺ کی تمام سواریاں چھڑوالیں۔ وہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ میں ان سے چمٹا ہی رہا اور تیروں سے ان پر بوچھاڑ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ کمبل گرا دیئے تاکہ بھاگنے میں ان کا وزن ہلکا رہے۔ وہ جو بھی چیز گراتے' میں پتھروں سے اس پر نشانی لگا دیتا کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں' وہ ان چیزوں کو قبضہ میں لے لیں گے۔

سلمہ کہتے ہیں کہ جب دن خوب گرم ہو گیا اور میں ان کا تعاقب کر رہا تھا کہ عیینہ بن بدر الفزاری کافروں کے لئے مدد لے کر آ گیا۔ وہ ایک تنگ گھاٹی میں تھے۔ میں پہاڑ کی بلندی پر آ گیا اور عین ان کے اوپر ہو گیا۔ اتنا صاف واضح کہ عیینہ نے مجھے دیکھا اور کہا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ تو اس کے لوگ

اسے کہنے لگے کہ اس آدمی سے ہمیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔ اس نے صبح سحری کے وقت سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا اور ہماری ہر چیز لے لی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ضرور اس کو اپنے پیچھے سے اپنے ساتھیوں کی مدد نظر آ رہی ہے۔ ورنہ یہ تمہارا تعاقب کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ پھر اس نے چار لوگ میری طرف نکالے کہ وہ مجھے پکڑیں۔ اب وہ چاروں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ جب وہ اتنے قریب آ گئے کہ میری آواز سن سکیں تو میں نے ان سے کہا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ کہنے لگے تم کون ہو؟ میں نے کہا' ابن الاکوع۔ اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد (ﷺ) کے چہرے کو عزت بخشی ہے۔ تم میں سے کوئی بھی مجھے پکڑ نہیں سکتا اور میں تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ ہو رہا تھا کہ میری نظر رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سواروں پر پڑی جو کہ درختوں کے جھنڈ سے نکل رہے تھے۔ سب سے آگے اخرم اسدی تھا' اس کے پیچھے ابوقتادہ فارس الرسول ﷺ' ان کو دیکھ کر میں پہاڑ سے اتر پڑا اور اخرم کے گھوڑے کی لگام تھام کر کہا' اے بھائی اخرم! دشمن سے محتاط رہ اور جلدی نہ کر۔ مجھے ڈر ہے کہ تو اکیلا ان سے بھڑ گیا تو وہ تجھ پر ہجوم کر دیں گے۔ رک جا۔ انتظار کر حتی کہ رسول اللہ ﷺ اور ساتھی آ جائیں۔ سلمہ کہتے ہیں' اخرم نے جواب دیا اے سلمہ! اگر تو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ جنت اور دوزخ حق ہیں تو میری شہادت کی راہ میں حائل نہ

ہو' مجھے اکیلے حملہ کرنے سے نہ روک۔تب میں نے اخرم کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ اخرم نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور عبدالرحمٰن بن عیینہ کے دستے پر جا پڑا۔ عبدالرحمٰن نے مڑ کر اخرم رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار ٹکرائے۔ اخرم نے عبدالرحمٰن کو زخمی کر دیا مگر عبدالرحمٰن نے جوابی وار سے اخرم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا' اتنے میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر عبدالرحمٰن بن عیینہ پر حملہ کر دیا۔دونوں کے وار کی جھنکار گونجی' عبدالرحمٰن بن عیینہ نے ابوقتادہ کو زخمی کر دیا لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خوب شہسوار تھے اور بہادر تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عیینہ کو قتل کر کے اخرم رضی اللہ عنہ کا گھوڑا اس سے چھین لیا اور اس پر سوار ہو گئے۔اتنے میں مشرکین بھاگ نکلے اور میں پھر ان کے تعاقب میں لگ گیا۔ اور ہم بہت دور نکل گئے اتنے دور کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا غبار بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ اتنے میں غروب آفتاب قریب ہو گیا تھا کہ مشرکین ایک گھاٹی میں جسکا نام ذوقرد ہے' اترے اور پانی پینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کی نظر مجھ پہ پڑ گئی۔ وہ پانی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں سورج غروب ہو گیا۔ میں نے ایک آدمی کو اوپر تلے تاک کر دو تیر مارے تو دونوں اس کے بدن میں کھب گئے' مشرکین شکست خوردہ بھاگ نکلے۔ دو گھوڑے بھی چھوڑ گئے۔ میں دونوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

اصحاب کے ہمراہ ذوقرد کے پانی پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہمراہ پانچ سو اصحاب تھے۔ جو اونٹ میں نے کفار سے واپس لے کر چھوڑے تھے' ان میں سے ایک کو ذبح کر کے بلال رضی اللہ عنہ اس کی کلیجی وغیرہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھون رہے تھے۔ میں نے آ کر درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت دیجئے۔ میں آپ کے اصحاب میں سے ایک سو صحابیوں کو منتخب کر کے رات کو کفار پر حملہ کروں اور ان میں سے ہر ایک کو قتل کردوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں مبارک تک ظاہر ہوگئیں۔

یہ ایک طویل حدیث ہے جس سے بہت سی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اس میں اس بات کا جواز ہے کہ ایک شخص تنہا بہت بڑے دشمن پر حملہ کرسکتا ہے۔ خواہ اس میں اس کی اپنی جان کا سو فیصد خطرہ ہی کیوں نہ ہو؟ اگرچہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ وہ خود قتل ہو جائے گا کیونکہ اس طرح اسے شہادت ملے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلمہ بن اکوع جن لوگوں سے دن بھر جنگ کرتے رہے' وہ بڑے عدد کا جتھہ تھا' بہت لوگ تھے۔ کیونکہ شام کو سلمہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صد آدمی مانگا تا کہ ان پر بھرپور حملہ کر سکے۔

یہ صراحتاً اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا تھا۔ اور اس میں سلمہ کی موت یا ہلاکت یقینی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیل القدر صحابہ میں سے کسی نے بھی

سلمہ بن اکوع کے اس عمل پر انکار نہیں کیا اور نہیں کہا کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یا خودکش عمل ہے۔ بلکہ نبی ﷺ سمیت تمام صحابہ نے اس واقعہ پر ابوقتادہ اور سلمہ بن اکوع کو شاباش دی اور فرمایا

«خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُوْقَتَادَةَ وَخَيْرُ رَجَّالِنَا سَلَمَةَ»

[صحیح مسلم ، کتاب الجهاد غزوه ذات قرد: ۱۸۰۷]

”آج کے دن بہترین سوار ابوقتادہ اور بہترین پیدل سلمہ ہے“

یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ یہ فدائی عمل مستحب ہے اور فضیلت اولیٰ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ابوقتادہ اور سلمہ بن اکوع کی مدح سرائی کی اور ان کے اس عمل کو سراہا اور سلمہ بن اکوع کو سوار اور پیدل دونوں کا حصہ بھی غنیمت سے دیا۔ جبکہ ان دونوں نے اکیلے اکیلے دشمن پر حملہ کر دیا تھا۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی آمد کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔

فدائی نوعیت کا یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ اس طرح کے واقعات تو اس کثرت سے ہوئے اور اتنے فدائی نکلے کہ اہل اسلام کے ماتھے کا جھومر یہی فدائی بن گئے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں اس عمل جلیل کی بہت سی امثلہ موجود ہیں۔

خیبر میں عبداللہ بن عتیک کی فدائی کاروائی:

سلام بن ابی الحقیق۔ جس کی کنیت ابو رافع تھی۔ یہود کے ان اکابر

مجرمین میں سے تھا جو مسلمانوں کے خلاف مشرکین کو ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو ایذا بھی پہنچایا کرتے تھے۔ قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی ان کے کمانڈر عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ تھے۔

جب یہ خیبر میں ابو رافع کے قلعہ کے قریب پہنچے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور لوگ اپنے ڈھور ڈنگر لے کر واپس ہو چکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دروازے کے پہرے دار کے لیے کوئی لطیف حیلہ اختیار کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ تشریف لے گئے اور دروازے کے قریب جا کر سر پر کپڑا ڈال کر یوں بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہوں۔ پہرے دار نے زور سے پکار کر کہا: اوہ اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو آ جاؤ ورنہ میں دروازہ بند کر کے جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اندر گھس گیا اور چھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو پہرہ دار نے دروازہ بند کر کے ایک کھونٹی پر چابیاں لٹکا دیں۔ (کچھ دیر بعد جب ہر طرف سکون چھا گیا تو) میں نے اٹھ کر چابیاں لیں اور دروازہ کھول دیا۔ ابو رافع بالا خانے میں رہتا تھا۔ اور وہاں مجلس ہوا کرتی تھی۔ جب اہل مجلس چلے گئے تو میں اس کے بالا خانے کی طرف چڑھا۔ میں جو کوئی دروازہ بھی کھولتا تھا۔ اسے اندر کی جانب سے بند کر لیتا تھا۔ میں

نے سوچا کہ اگر لوگوں کو میرا پتہ لگ بھی جائے تو اپنے پاس ان کے پہنچنے سے پہلے پہلے ابو رافع کو قتل کر لوں گا۔ اس طرح میں اس کے پاس پہنچ گیا لیکن وہ اپنے بال بچوں کے درمیان ایک تاریک کمرے میں تھا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس کمرے میں کس جگہ ہے؟ اس لیے میں نے کہا: ابو رافع! اس نے کہا: یہ کون ہے؟ میں نے جھٹ آواز کی طرف لپک کر اس پر تلوار کی ضرب لگائی۔ لیکن میں اس وقت ہڑبڑایا ہوا تھا۔ اس لیے کچھ نہ کر سکا۔ ادھر اس نے زور کی چیخ ماری۔ لہذا میں جھٹ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور ذرا دور ٹھہر کر پھر آ گیا اور آواز بدل کر بولا: ابو رافع! یہ کیسی آواز تھی؟ اس نے کہا تیری ماں برباد ہو۔ ایک آدمی نے ابھی اس کمرے میں مجھے تلوار ماری ہے۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اب میں نے ایک زوردار ضرب لگائی جس سے وہ خون میں لت پت ہو گیا۔ لیکن اب بھی میں اسے قتل نہ کر سکا تھا اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبا دی اور وہ اس کی پیٹھ میں آر پار ہو رہی۔ میں سمجھ گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس لیے اب میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا اور ایک سیڑھی پر یہ سمجھتے ہوئے کہ زمین تک پہنچ چکا ہوں۔ پاؤں رکھا تو نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی پنڈلی سرک گئی۔ میں نے پگڑی سے اسے کس کر باندھا۔ اور دروازے کے پاس چھپ گیا۔ جب مرغ نے آواز دی تو ایک آدمی نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ

میں اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ ابو رافع مر چکا ہے۔ لہذا اپنے ساتھیوں کے پاس آ گئے اور سب نے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ان کے پاؤں پر دست مبارک پھیرا تو انہیں ایسا لگا کہ گویا کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ [بخاری، کتاب المغازی باب قتل ابی رافع]

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فدائی کے ہاتھوں کعب بن اشرف کا قتل:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا۔ (کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے) تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں انہوں نے عرض کیا: تو آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں آپ نے فرمایا: کہہ سکتے ہو۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور بولے: اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے، میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے کچھ قرض ہی دلوا دو۔ کعب نے کہا: ابھی کیا ہے! اللہ

کی قسم! آگے چل کر تم کو بہت تکلیف ہوگی۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب جبکہ ہم اس کے پیروکار بن ہی چکے ہیں تو مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اچھا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ دے دیں۔

کعب نے کہا: میرے پاس کچھ رہن رکھو۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کون سی چیز پسند کریں گے؟

کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھلا ہم اپنی عورتیں آپ کے پاس کیسے رہن رکھ دیں جبکہ آپ عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہیں۔

اس نے کہا تو پھر اپنے بیٹوں کو ہی رہن رکھ دو۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں؟ اگر ایسا ہوگیا تو انہیں گالی دی جائے گی کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لیے عار کی بات ہے۔ البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔

اس کے بعد دونوں میں یہ طے ہوگیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (ہتھیار لے کر) اس کے پاس آئیں گے۔ رات کو آئے تو ابونائلہ کو ساتھ لائے جو کعب

کا دودھ شریک بھائی تھا۔ کعب نے ان کو قلعہ کے پاس بلا لیا اور خود قلعہ سے اتر کر نیچے آ کر ان سے ملا۔ جب وہ قلعہ سے اترنے لگا تو اس کی بیوی نے اس سے کہا اس وقت کہا جا رہے ہو؟ میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔ کعب نے کہا: یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ کا ساتھی ابو نائلہ ہے کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ جاتا ہے اس کے بعد وہ باہر آ گیا۔ خوشبو میں بسا ہوا تھا۔ اور سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔

محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لائے تھے ان سے کہنے لگے۔ جب کعب یہاں آ جائے گا میں اس کے سر کے بال تھام کر سونگھوں گا جب تم دیکھنا کہ میں نے اس کا سر مضبوط تھام لیا ہے تو تم اپنا کام تمام کر دینا۔

غرض کعب سر سے چادر اوڑھے ہوئے اترا اس کے بدن سے خوشبو مہک رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: میں نے تو ساری عمر میں آج کی طرح خوشبودار ہوا نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی بے نظیر ہے۔ محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا تم مجھ کو اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتے ہو۔ اس نے کہا اچھا! سونگھو! انہوں نے خود بھی سونگھا اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا پھر دوبارہ درخواست کی۔ میں تمہارا سر سونگھوں۔ اس نے کہا: اچھا۔ محمد بن

مسلمہ نے اس کا سر زور سے تھاما اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ہاں اب پل پڑو۔ انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کا سر قلم کر کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

[بخاری کتاب المغازی۔ باب قتل کعب بن اشرف]

رسول اللہ ﷺ کے فدائیوں کی موت پر بیعت:

«عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ؟ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ»

[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیة رقم:٤١٦٩ مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعة الامام الجیش رقم:١٨٦٠]

یزید بن ابی زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حدیبیہ کے دن تم نے کس بات پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تو انہوں نے بتایا کہ موت پر۔

فدائی عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر دشمن پر وار کرے مصلحت واحتیاط کو بالائے طاق رکھے۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے دشمن پر جھپٹے۔ کام مکمل کرے اور لڑتا بھڑتا وہاں سے نکلے۔ شہادت پا جائے تو اللہ کا مال، واپس آ جائے تو ہر چند نہال۔

جنگ احد کی بھی ایسی ہی مثال ہے۔ کفار نے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا تنگ کیا' زور بڑھایا' ان کا خیال تھا کہ اگر وہ نبی ﷺ پر (معاذ اللہ) بھرپور وار کر لیتے ہیں تو ان کا مقصد پورا ہو گیا۔ سو وہ بڑھتے ہی آ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے آواز دی۔ مَنْ یَّرُدُّھُمْ عَنَّا وَلَہٗ الْجَنَّۃُ اَوْ ھُوَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ کون خطرہ کی اس گھڑی میں ان کافروں' مشرکوں کو ہم سے دور بھگائے گا اور قیمت جنت پائے گا؟

فدائی آگے بڑھے۔ شہادت پر شہادت ہوئی مگر نبی ﷺ کی حفاظت کی۔ جنگ جسر میں ابوعبید ثقفی نے بڑے ہاتھی فیل ابیض پر حملہ کر دیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ ہاتھی کا کوئی علاج نہیں بن رہا ہے تو اس نے آگے بڑھ کر اس متحرک دیو کی سونڈ کاٹ دی اور اسی میں شہادت پائی۔ جنگ قادسیہ میں جب مسلمانوں کے گھوڑے اور اونٹ ہاتھیوں سے بدکے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بنو زبید سے مدد مانگی کہ ہاتھیوں کا کچھ کرو۔ عمرو بن معدیکرب الزبیدی نے اپنے فدائیوں سمیت ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ دائیں بائیں سے دو نیزے تراز و کر کے ہاتھی کی دونوں آنکھوں میں اتار دیئے اور سامنے سے سونڈ پر تلوار ماری۔ یوں تین تین فدائی ایک ایک ہاتھی کو گھیرے میں لے کر حملہ کر رہے تھے' اوپر عماریوں میں سوار ایرانی تیر انداز تیر برسا رہے تھے مگر تیروں کی اس بارش میں اور ہاتھیوں کی اس خوفناک چنگھاڑ

میں فدائی اپنا کام کر گئے۔ سونڈ کٹنے اور آنکھیں زخمی ہونے سے ہاتھی اپنے ہی لشکر پر چڑھ گئے ۔ سینکڑوں ایرانی ہاتھیوں کے قدموں تلے روندے گئے۔ باقی بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

فداویہ کا یہ عمل مسلسل مسلم امہ کی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ جب بھی کبھی جہاد کا کوئی جھنڈا بلند ہوا ہے' فدائیوں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ہاتھوں اور کاندھوں پر اٹھایا۔ ایام صحابہ رضی اللہ عنہم ہی نہیں' بعد میں بھی بلکہ ہمیشہ ہی ایسے فدائی ظاہر ہوتے رہے جو اسلام اور اہل اسلام پر دیوانہ وار فدا ہوئے' خطرات سے کھیلے اور مشکل سے مشکل هدف کو حاصل کیا۔ صرف شہادت کے لئے وہاں وہاں کود گئے جہاں جہاں موت کا گھر ہو' شہادت یقینی ہو۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کسی فدائی نے کبھی اپنے آپ کو خود نہیں مارا یا کوئی ایسا ایکشن نہیں کیا جس سے وہ خود آگ یا بارود وغیرہ میں کود پڑے ہوں۔ البتہ دشمن سے لڑنے' جنگ کرنے ، خفیہ ٹھکانوں پر حملے کرنے' دشمن کی فوج کی صفوں یا کیمپوں میں کود جانے' اس کے سرداروں یا بادشاہوں کے محلوں اور مضبوط پناہ گاہوں میں گھس کر ان کو مار دینے' ایک ایک آدمی کے ایک ہزار سے زیادہ دشمن پر حملہ کر دینے' ان سب کی مثالیں قرون اولیٰ سے بکثرت ملتی ہیں اور کسی نے اسے خودکش عمل قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس کے برعکس محدثین نے اس کو مباح و مستحب قرار دیتے ہوئے اس پر باب

باندھے اور حدیثیں لائے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی سنن الکبریٰ 99/9 میں کہتے ہیں:

《بَابُ جَوَازِ اِنْفِرَادِ الرَّجُلِ اَوِ الرِّجَالِ بِالْغَزْوِ فِی بِلَادِ الْعَدُوِّ اِسْتِدْلَالًا بِجَوَازِ التَّقْدِیْمِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَاِنْ کَانَ الاَغْلَبُ اِنَّهَا سَتَقْتُلُهٗ》

''باب' ایک اکیلے آدمی یا کچھ آدمیوں کا دشمن کے ملک کے اندر گھس کران پر حملہ کرنے کا جواز اگرچہ غالب ظن یہ ہو کہ دشمن کی جماعت اسے قتل کردے گی۔''

یہ باب کا عنوان ہے۔ اس کے تحت امام بیہقی رحمہ اللہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔

《بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ وَخَبَابًا سَرِیَّةً۔ وَبَعَثَ دِحْیَةَ بْنَ خَلِیْفَةَ الْکَلْبِیَّ سَرِیَّةً وَحْدَهٗ》

کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور خباب رضی اللہ عنہ کو ایک جنگی مہم پر بھیجا۔ اور نبی ﷺ نے دحیۃ بن خلیفہ الکلبی اکیلے کو جنگی مہم پر بھیجا۔

امام بیہقی مزید کہتے ہیں

《 بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَمْرَو بْنَ اُمَیَّۃَ وَرَجُلًا مِنَ الاَنْصَارِ سَرِیَّۃً وَبَعَثَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ اَنِیْسٍ سَرِیَّۃً وَحْدَہٗ 》

کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیۃ الضمری اور ایک انصاری صحابی کو ایک جنگی مہم پر بھیجا اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو اکیلے ایک جنگی مہم پر بھیجا' واضح ہو کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن انیس کو ایک کافر سردار خالد بن سفیان بن نبیح کے قتل پر مامور کرتے ہوئے فرمایا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ خالد بن سفیان میرے خلاف فوجیں جمع کر رہا ہے تا کہ میرے ساتھ جنگ کرے۔ فاتہ فاقتلہ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کردو۔ اور یہ عین اس کی فوج کے اندر گھس کر فدائی کارروائی کرنا تھی۔ یہ حدیث مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ امام حاکم نے (مستدرک ۲/۲۷۵۔۲۷۶) میں براء بن عازب کے حوالے سے کہا ہے کہ

《 قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنْ حَمَلْتُ عَلَی الْعَدُوِّ وَحْدِی فَقَتَلُوْنِی اَکُنْتُ اَلْقَیْتُ بِیَدَیَّ اِلَی التَّھْلُکَۃِ قَالَ لَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ 》

ایک شخص نے براء بن عازب صحابی سے سوال کیا۔ اگر میں اکیلا دشمن پر

حملہ کر دوں، تن تنہا اور وہ مجھ کو قتل کر دیں، تو کیا میں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے؟ براء بن عازب نے جواب دیا۔نہیں اور دلیل پکڑی اس آیت سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم قتال دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے نبی محمد ﷺ! آپ اکیلے بھی ہوں تو اللہ کی راہ میں قتال کیجئے۔ آپ اپنی جان پر جہاد کے مکلّف ہیں۔

مستدرک حاکم کی ایک اور روایت میں ہے:

«اِنَّ الرَّجُلَ قَالَ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہٗ ھَلْ ھُوَ الرَّجُلُ یَحْمِلُ عَلَی الْکَتِیْبَۃِ وَھُمْ اَلْفٌ وَالسَّیْفُ بِیَدِہٖ فَیَکُوْنُ قَدْ اَلْقَی بِیَدِہٖ اِلَی التَّھْلُکَۃِ؟ قَالَ : لَا»

''ایک آدمی نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا وہ شخص جو اکیلا ایک ہزار کے لشکر پر حملہ کر دے اور اس کے ہاتھ میں تلوار ہو تو کیا اس نے اپنے ہاتھ کو ہلاکت میں ڈالا۔ تو انہوں نے فرمایا نہیں۔''

اسی طرح امام بیہقی براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ براء بن مالک معرکہ یمامہ میں شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ اس باغ پر حملہ کیا جس میں مسیلمہ کذاب پناہ لئے ہوئے تھا۔ اور

اس باغ کے گرد معرکہ بہت شدید ہوا تھا۔

﴿ وَطَلَبَ الْبَرَاءُ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَنْ يَّحْمِلُوْنَ فِی قَرْسٍ عَلَى الرِّمَاحِ وَاَنْ يُّلْقُوْهُ عَلَى الْكُفَّارِ مِنْ فَوْقِ السُّوَرَ وَّصَارَ دَاخِلَ الْحَدِيْقَةِ وَحْدَهٗ ۔ وَقَاتَلَ الْكُفَّارَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَتَلَ مِنْ عَشْرَةٍ وَتَمَكَّنَ مِنْ فَتْحِ الْبَابِ وَجُرِحَ فِیْ جِسْمِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ جَرْحًا وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ فِعْلَهٗ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ﴾

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ڈھال کے اوپر بٹھا کر ڈھال کو نیزوں پر بلند کرو۔ اور فصیل کے اوپر سے مجھے دشمن کے اندر پھینک دو۔ اور اس طرح سے براء رضی اللہ عنہ دشمن کے اندر اکیلے رہ گئے۔ وہاں خوب قتال کیا۔ دس کافروں کو قتل کیا۔ دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے اور ۸۰ سے اوپر زخم کھائے۔ صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔

یعنی کسی صحابی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ تو اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یا خودکشی ہے۔

متقدمین کے ہاں، علماء اور عامہ، دونوں کے ہاں ایسی کوئی الجھن نہ تھی کہ وہ اس قسم کی فدائی کارروائیوں پر شبہ وشک رکھتے ہوں یا خودکشی کا گمان کرتے ہوں بلکہ بڑے بڑے ائمہ اور علماء اس کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے جواز کے فتاویٰ صادر فرماتے تھے۔

چنانچہ امام ابوحامد الغزالی اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں لکھتے ہیں:

« لَا خِلَافَ فِیْ اِنَّہٗ یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِ الوَاحِدِ اَنْ یَّھْجُمَ عَلٰی صَفِّ الْکُفَّارِ، وَ اَنْ یُّقَاتِلَھُمْ وَاِنْ عَلِمَ اَنَّہٗ یُقْتَلُ »

کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک اکیلے مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ اکیلا کافروں کی پوری صف پر حملہ کردے اور یہ کہ ان سے قتال کرے اگرچہ اسے یقین ہو کہ وہ اس حملہ میں قتل کردیا جائے گا۔یعنی وہ خود بچ نہیں سکے گا۔

پھر فرماتے ہیں:

« وَاِنَّمَا جَازَ لَہُ الاِقْدَامُ اِذَا عَلِمَ اَنَّہٗ لَایَقْتُلُ حَتّٰی یُقْتَلَ، اَوْ عَلِمَ اَنَّہ یُکْسِرُ قُلُوْبَ الْکُفَّارِ بِذٰلِکَ ، جَازَ ذٰلِکَ لَہٗ لِاَنَّہٗ بِہٖ یُکْسِرُ شَوْکَۃَ الْکُفْرِ، بِمَا یُشَاھِدُوْنَ عَنْ جُرْأتِہٖ

' يَعْتَقِدُوْنَ فِي سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ حُبَّهُمْ لِلشَّهَادَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ' وَعَدْمَ خَوْفِهِمْ مِنَ الْجِهَادِ وَالْقَتْلِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)

کہ ایک اکیلے مسلمان کا حملہ کرنا جائز ہے جبکہ اسے علم ویقین بھی ہو کہ وہ قتل نہیں کر سکے گا جب تک خود قتل نہ ہو یعنی اگر وہ مارے گا' حملہ کرے گا تو وہ بھی یقیناً قتل کر دیا جائے گا یا اسے یہ یقین ہو کہ وہ اپنے اس حملہ کے ذریعہ سے کفار کے دلوں کو توڑ دے گا' ہمتوں کو پست کر دے گا تو اس کیلئے اکیلے ہی حملہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس طرح کے فدائی حملہ سے وہ کفار کی شوکت وقوت کو توڑ سکے گا۔ جب وہ اس کی غیر معمولی جرات وبہادری کا یہ منظر دیکھیں گے کہ وہ اکیلا مسلمان ہی پورے لشکر سے بھڑ گیا ہے اور اس طرح تمام مسلمانوں کے بارہ میں ان کا اعتقاد پختہ ہوگا کہ یہ سب کے سب شہادت کی محبت میں غرق ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ سے اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے سے ڈرتے نہیں ہیں تو جائز ہے۔

فدائیوں کے حق میں فتوی صادر کرتے ہوئے ابن النحاس الدمشقی لکھتے

ہیں۔

((نَقَلَ النَّوْوِیُّ اِتِّفَاقَ الْعُلَمَآءِ عَلٰی اِنْغِمَاسِ الْمُجَاهِدِ فِی الْكُفَّارِ، وَعَلَی التَّعَرُّضِ لِلشَّهَادَةِ، فَلَاشَكَّ فِی اَنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ وَاَنَّهٗ لَا كَرَاهِيَةَ فِيْهِ))

امام نووی نے علماء کا اتفاق اس مسئلہ پر نقل فرمایا ہے کہ مجاہد کفار کے لشکروں کے اندر گھس جائے اور صرف شہادت کے لئے ٹکرائے۔ فرماتے ہیں۔ بلاشک یہ جائز ہے اور اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔

اور امام شافعی مبارزت کو اسی باب میں شامل رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

((وَقَدْ بُوْرِزَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَاسِرًا عَلَی الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ))

نبی ﷺ کی آنکھوں کے سامنے مبارزت ہوئی ہے یعنی للکار کر مقابلے ہوئے ہیں اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے ننگے بدن یعنی بغیر زرہ کے جنگ بدر کے دن مشرکین پر حملہ کیا تاکہ اسے شہادت نصیب ہو۔

ایک اکیلے آدمی کا حب شہادت میں، یا کفار کو ڈرانے اور نقصان پہنچانے، یا صرف ان کے لشکر کی ترتیب اور صف بندی کو تتر بتر کرنے اور ان

کے میمنہ، میسرہ اور قلب وساقہ کو خلط ملط کرنے کی غرض سے تن تنہا پورے لشکر پر ٹوٹ پڑنا تو صحابہ کی ایسی روایت ہے کہ رومی اور ایرانی لشکر ہمیشہ ہی اس وار سے ڈرا کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کے سامنے صف بندی سے کتراتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی اس پر عمل کر کے جنگ کے طبل پر چوٹ پڑنے سے پہلے ہی ان کی صفوں کو پھاڑ کر رکھ دیتے تھے بلکہ بار بار یہی عمل دہراتے تھے اور کوئی بھی ان پر خودکشی یا اِلْقَاءُ الْيَدِ فِی التَّهْلُكَةِ کا اعتراض نہ کرتا تھا۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ۳۰۳/۵ میں ایک روایت لائے ہیں کہ

((قَالَ جَاءَ تْ كَتِيْبَةٌ مِنْ كَتَائِبِ الْكُفَّارِ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيُقِيْمُ رَجُلٌ مِنَ الاَنْصَارِ ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ ، فَخَرَقَ الصَّفَّ حَتّٰى خَرَجَ ، ثُمَّ كَرَرَ رَاجِعًا صَنَعَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا))

کہ مشرق کی طرف سے کفار کے لشکروں میں سے ایک دستہ آیا تو ایک انصاری ان کو ملا۔ اور اس نے ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کی صف کو چیر گیا یہاں تک کہ دوسری سمت سے باہر نکل گیا۔ پھر پلٹتا ہوا حملہ کرتا آیا اور اسی طرح دو یا تین مرتبہ پورے کے

پورے لشکر کی صفوں کو تتر بتر کیا۔سعد بن ہشام نے یہ ماجرا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ﴾
[البقرة:۲۰۷]

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ جو اللہ کی رضا مندی کیلئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں۔

ایک مجاہد کی رومیوں پر یلغار اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا خطاب:

« عَنۡ أَبِىۡ عِمۡرَانَ قَالَ: كُنَّا بِمَدِيۡنَةِ الرُّوۡمِ فَأَخۡرَجُوۡا اِلَيۡنَا صَفًّا عَظِيۡمًا مِّنَ الرُّوۡمِ، فَخَرَجَ اِلَيۡهِمۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ مِثۡلُهُمۡ وَأَكۡثَرَ، وَعَلٰى أَهۡلِ مِصۡرَ عُقۡبَةُ بۡنُ عَامِرٍ وَعَلٰى الۡجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بۡنِ عُبَيۡدٍ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوۡمِ حَتّٰى دَخَلَ بَيۡنَهُمۡ، فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوۡا: سُبۡحَانَ اللّٰهِ يُلۡقِىۡ بِيَدِهِ اِلَى التَّهۡلُكَةِ، فَقَامَ أَبُوۡ أَيُّوۡبَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ: اِنَّكُمۡ لَتُؤَوِّلُوۡنَ هٰذَا التَّأۡوِيۡلَ، وَاِنَّمَا نَزَلَتۡ هٰذِهِ

الآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا أَعَزَّ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ، فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُونَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَمْوَالَنَا ضَاعَتْ وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ، فَلَوْ أَقَمْنَا فِي أَمْوَالِنَا وَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ نَبِيِّهِ مَا يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا: "وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ " وَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ عَلَى الْأَمْوَالِ وَإِصْلَاحِهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ، فَمَا زَالَ أَبُو أَيُّوبَ شَاخِصًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِأَرْضِ الرُّومِ ﴾

[ابو داؤد، کتاب الجهاد، فی قوله تعالی: ”ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة“۲۵۱۲، ترمذی، کتاب التفسیرباب تفسیرسورۃ البقرۃ ۲۹۷۶، مستدرك حاكم:۲۷۵/۲]

حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ ہم روم میں تھے کہ ایک مضبوط رومی دستہ ہماری طرف بڑھا۔مسلمان مجاہدین کی طرف سے اسی طرح کا یا اس سے بھی بڑا دستہ انکے مقابلے کے لیے نکلا۔مسلم لشکر کی ترتیب یوں تھی کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور باقی لوگوں پر فضالہ بن عبید امیر کمانڈر تھے۔مسلمان مجاہدین میں سے ایک

مجاہد رومیوں کی صف میں داخل ہو گیا اور لوگوں نے چلانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کتنی عجیب بات ہے کہ یہ آدمی اپنے آپ کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو۔ حالانکہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ نے اپنے نبی کو کامیاب کر دیا اور اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو ہم میں سے کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے در پردہ یہ کہا کہ ہمارے مال ضائع ہو گئے ہیں اور اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے۔ اور اس کے مددگار بھی کافی ہیں۔ اگر ہم اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور جو ضائع ہو گیا اس کی اصلاح کر لیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اور احسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہمارا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ تھا کہ اپنے اموال کی اصلاح میں لگ جائیں اور جہاد کو چھوڑ دیں۔ پس حضرت ابو ایوب ہمیشہ میدان جہاد میں ڈٹے رہے حتیٰ کہ روم کی سرزمین میں دفن ہوئے۔''

فدائی موت کو اس کی چوٹیوں گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے:

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ خَیْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، یَطِیْرُ عَلٰی مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَیْعَةً أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَیْهِ، یَبْتَغِی الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهُ))

[مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والرباط رقم:١٨٨٩]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں سے بہترین زندگی والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں تھامے ہوئے ہے۔ جب بھی کسی شور وشغب یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اس کی پیٹھ پر اڑ کر پہنچتا ہے وہ قتل اور موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔''

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یَاتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ أَحْسَنُ النَّاسِ فِیْهِمْ رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، كُلَّمَا سَمِعَ بِهَیْعَةٍ اسْتَوَی عَلٰی مَتْنِهِ، ثُمَّ طَلَبَ الْمَوْتَ مَظَانَّهُ))

[مسند أبی عوانة ٥/٥٩]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے بہترین وہ شخص ہوگا جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کے راستے میں تھامے ہوئے ہوگا۔ جب بھی وہ کسی شور وشغب کو سنتا ہے، تو اس کی پیٹھ پر بیٹھ جاتا ہے، پھر موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔''

امام ابوعبداللہ القرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

« اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی اِقْتِحَامِ الرَّجُلِ فِی الْحَرْبِ وَحَمْلِهٖ عَلَی الْعَدُوِّ وَحْدَهٗ »

علماء کا اختلاف ہے کہ آدمی اکیلا جنگ میں کود پڑے اور اکیلا ہی دشمن پر حملہ کردے۔ پھر علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

« فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُخَیْمَرَةَ وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَغَیْرُهِمَا مِنْ عُلَمَائِنَا : لَابَاسَ اَنْ یَّحْمِلَ الرَّجُلُ وَحْدَهٗ عَلَی الْجَیْشِ الْعَظِیْمِ، اِذَا کَانَ فِیْهِ قُوَّةٌ، وَکَانَ لِلّٰهِ بِنِیَّةٍ خَالِصَةٍ »

قاسم بن مخیمرۃ اور قاسم بن محمد اور ان کے علاوہ ہمارے دیگر علماء کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک اکیلا شخص ایک بڑے لشکر

پر تنہا ہی حملہ کردے اور اگر اس کی نیت خالص اللہ کی رضا کا حصول ہو اور اس میں اس حملہ کی قوت بھی ہو۔

« وَقِيْلَ اِذَا طَلَبَ الشَّهَادَةَ وَخَلَصَتِ النِّيَةُ فَلْيَحْمِلْ عَلَى الْعَدُوِّ لِاَنَّ مَقْصُوْدَهٗ وَاحِدٌ مِنْهُمْ »

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس کی طلب شہادت، نیت خالص اللہ کے لئے ہو تو حملہ کر ڈالے کہ یہی تو اس کا مقصود ہے۔

« وَقَالَ ابْنُ خُوَيْزُ مَنْدَادِ: فَاَمَّا اَنْ يَّحْمِلَ الرَّجُلُ عَلٰى مِائَةٍ اَوْ جَمَاعَةِ اللُّصُوْصِ اَوْ جُمْلَةَ الْعَسْكَرِ فَاِنَّ عَلِمَ وَغَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ سَيُقْتَلُ مِنْ حَمْلٍ عَلَيْهِ وَيَنْجُوْ فَحَسَنٌ وَكَذٰلِكَ لَوْ عَلِمَ وَغَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ سَيُقْتَلُ وَلٰكِنْ سَيُنْكِى فِى الْعَدُوِّ نِكَايَةً اَوْ يُؤثِرُ فِيْهِمْ اَثْرًا يَنْتَفِعُ بِهٖ الْمُسْلِمُوْنَ جَائِزٌ اَيْضًا »

ابن خویز منداد کہتے ہیں۔ اگر ایسی صورت شکل بنے کہ ایک آدمی ایک سو پر حملہ کرے یا چوروں کی جماعت یا گروہ پر حملہ کرے یا بڑے لشکر پر اکیلا ہی حملہ کردے' ان تمام صورتوں میں اگر اسے علم ہے اور ظن غالب ہے کہ جس پر وہ حملہ کرے گا' اسے قتل کردے گا

اور خود بچ جائے گا تو بہتر ہے۔اسی طرح اگر اسے یقین ہے کہ وہ خود تو قتل ہو جائے گا لیکن اس کے حملہ سے دشمن کا بہت زیادہ نقصان ہوگا اور وہ دشمن پر ایسا اثر یا اثرات چھوڑے گا جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا تو جائز ہے۔

((وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ لَوْ حَمَلَ رَجُلٌ وَاحِدٌ عَلَى اَلْفِ رَجُلٍ مِنْ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ وَحْدَهٗ لَمْ يَكُنْ فِی ذٰلِكَ بَأسٌ اِذَا كَانَ يَطْمَعُ فِی نِجَاةٍ اَوْ نِكَايَةٍ فِی الْعُدُوِّ فَاِنْ كَانَ قَصْدُهٗ تَجْرِئَة الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِمْ ' لِيَصْنَعُوْا مِثْلَ صَنِيْعِهٖ فَلَا مَانِعَ مِنْ ذٰلِكَ لِاَنَّ فِيْهِ نَفْعًا لِلْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِمْ كَذٰلكَ يَجُوْزُ اِنْ كَانَ قَصْدُهٗ اِرْهَابَ الْعَدُوِّ لِيَعْلَمَ صَلَابَةَ الْمُسْلِمِيْنَ فِی الدِّيْنِ وَاِنَّ تَلَفَ النَّفْسِ لِاعْزَازِ دِيْنِ اللّٰهِ وَاِضْعَافِ الْكُفَّارِ مَقَامٌ عَظِيْمٌ شَرِيْفٌ مَدَحَ اللّٰهُ بِهِ الْمُسْلِمِيْنَ فِی قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ))

محمد بن حسن (شیبانی) کہتے ہیں: اگر ایک مسلمان ایک ہزار مشرکین پر

اکیلا ہی حملہ کردے تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ نجات کی امید رکھتا ہو یا اسے اس حملہ میں دشمن کے زبردست نقصان کی امید ہو۔

اگر اس کا ارادہ یہی ہو کہ اس کے اکیلے حملہ کردینے سے مسلمانوں میں جرأت وہمت بڑھے گی اور وہ بھی اس طرح دلیرانہ حملہ کریں گے تو اس فدائی حملہ میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کا نفع مضمر ہے۔اسی طرح اگر اس کا قصد اس 'فدائی'' حملہ سے دشمن کو خوفزدہ کرنا ہی ہو تا کہ کفار کو مسلمانوں کی اپنے دین سے محبت اور دین پر سختی معلوم ہوجائے تو بھی ٹھیک ہے اور بے شک اپنے نفس کو قربان کرنا اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے اور کافروں کو کمزور کرنے کے لئے ایک نہایت بلند وعظیم مقصد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعریف وحوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾

''بے شک اللہ نے مومنین سے ان کے مالوں اور جانوں کا جنت کے بدلے سودا کرلیا ہے۔''

فدائی عمل کے اثبات ومشروع کے لئے یہ چند مثالیں اور علماء کی آراء واقوال ہم نے ذکر کیئے ہیں۔ اس سے ہمیں مجاہدین وفدائین کے ذہن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔منہج وطریقہ کا علم ہوتا ہے۔آج بھی فدائی کارروائیاں

ہو رہی ہیں۔ ہر روز اور ہر رات ہم لشکر طیبہ کے فدائی معرکوں کی خبریں سنتے ہیں۔ اسی طرح سے شہادتیں اور للکاریں ہیں۔ صحابہ کرام اور قرون اولی کے ان فدائی معارک اور کارروائیوں کو ایک طرف رکھیں اور لشکر طیبہ کے فدائی اعمال و کارروائیوں کو دوسری طرف اور پھر موازنہ کریں تو بے حد مماثلت اور مشابہت نظر آتی ہے۔ مثلاً لشکر طیبہ کے فدائیوں کا دلی کے لال قلعہ پر حملہ' سرینگر بادامی باغ کے ۱۵ کور کے ہیڈ کوارٹر پر فدائی حملہ' سری نگر کے فوجی ہوائی اڈہ پر فدائی حملہ' سری نگر کے پولیس ہیڈ کوارٹر پر فدائی حملہ' ان تمام حملوں میں دو دو چار چار فدائی شریک ہوئے۔ بھرپور قوت و جرأت کے ساتھ انتہائی تیز رفتاری سے حملے ہوئے۔ حد درجہ بسالت و شجاعت اور بے خوفی کے ساتھ ہندو فوجی افسروں کو قتل کیا۔ میجر پرشوتم کے دفتر سے اسی کے فون سیٹ سے بی بی سی سے رابطہ کر کے ان کو بتلایا کہ ہم لشکر کے فدائی ہیں اور چھاؤنیوں کے اندر سے گفتگو کر رہے ہیں" نکایۃ فی العدو" اور "ارھاب العدو" کا مصداق ہوئے۔ شیخوپورہ کے قاری ابومرصد عبدالرحمٰن شہید کا موقف "فیقتل اویغلب" کہ غلبہ پانے کے لئے قتل تو ہونا پڑے گا۔ اپنے بیٹے کو گود میں لے کر کہا' میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک شہید کے بیٹے کے ساتھ یہ معاشرہ کیا سلوک کرے گا۔ اپنی شہادتوں کا اس قدر یقین!

ابن سیرین کہتے ہیں' براء بن مالک بیماری تکلیف میں تھے۔ اوندھے

لیٹ کر کراہ رہے تھے کہ انس بن مالک نے کہا' بھائی اللہ کا ذکر کرو۔ وہ سمجھے کہ شاید آخری وقت ہو تو براء بن مالک فوراً جھٹکے سے اٹھ بیٹھے اور جوش میں آ کر کہنے لگے کہ اے انس میرے بھائی میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا۔ میں نے تو ایک سو مشرک کو مبارزۃً قتل کیا ہے اور پھر اسی یقین پر اللہ تعالی نے اس عظیم فدائی کو شہادت کی موت عطا کی۔ تستر شہر میں ایرانیوں کو شکست دے کر شہادت حاصل کی۔ اسی طرح سلمان بن ربیعہ الباھلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

﴿ قَتَلْتُ بِسَيْفِي هٰذَا مِائَةَ مُسْتَلْئِمٍ كُلُّهُمْ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مَا قَتَلْتُ مِنْهُمْ رَجُلًا صَبْرًا ﴾

سلیمان بن ربیعہ بہت بڑے فدائی تھے' کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سے ایک سو ایسے آدمی قتل کئے ہیں جو کہ خود اور زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے اور سب غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے' مشرک تھے۔ میں نے ان کو بھرپور مقابلوں کے بعد قتل کیا ہے کسی کو بھی باندھ کر قیدی بنا کر قتل نہیں کیا۔

میں فدائی واقعات کے ذکر سے بحث کو طول نہیں دینا چاہتا مگر ایک واقعہ تو ایسا ہے کہ میرا دل مانتا ہی نہیں کہ میں اسے ذکر کئے بغیر آگے چلوں بلکہ لشکر طیبہ کے فدائیوں کیلئے میں اسے تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعہ بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ حافظ ابوالحجاج المِزّی رحمہ اللہ

نے علاء بن سفیان الحضرمی سے روایت کیا ہے۔

« قَالَ: غَزَا بُسْرُ بْنُ أَرْطَاةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الرُّوْمَ وَصَارَ الرُّوْمُ یَكْمِنُوْنَ لِسَاقَةِ الْجَیْشِ الْمُجَاهِدِ وَیُصِیْبُوْنَ مِنْهُ وَلَمَّا رَأَی بُسْرُ بْنُ أَرْطَاةَ ذٰلِكَ اَخَذَ مَعَهٗ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهٖ وَرَاحَ یَبْحَثُ عَنِ الْكَمَائِنِ الرُّوْمِیَةِ۔ وَانْفَرَدَ یَوْمًا فِی بَعْضِ اَوْدِیَةِ الرُّوْمِ وَرَأیٰ فِی الْوَادِیْ كَنِیْسَةً وَرَأیٰ نَحْوَ ثَلَاثِیْنَ بَرْذُوْنًا مَرْبُوْطَةً بِجَانِبِ الْكَنِیْسَةِ وَكَانَ فُرسَانُ تِلْكَ الْبَرَاذِیْنِ دَاخِلَ الْكَنِیْسَةِ وَهُمْ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَكْمِنُوْنَ الْكَمَائِنَ لِلْمُسْلِمِیْنَ

تَوَجَّهَ بُسْرُ بْنُ اَرْطَاةَ نَحْوَ الْكَنِیْسَةِ وَنَزَلَ عَنْ فَرَسِهٖ وَرَبَطَهٗ وَبِجَانِبِ الْبَرَاذِیْنِ ثُمَّ دَخَلَ الْكَنِیْسَةَ وَأَغْلَقَ عَلَیْهِ وَعَلٰی الْفُرْسَانِ بَابَ الْكَنِیْسَةِ وَعَجِبَ فُرْسَانُ الرُّوْمِ مِنْ إِغْلَاقِ الْبَابِ وَفُوْجِئُوْا بِهٖ یَهْجِمُ عَلَیْهِمْ وَمَا اَنْ اَخَذُوْا سَلَاحَهُمْ حَتّٰی كَانَ قَدْ قَتَلَ مِنْهُمْ ثَلَاثَةً وَاشْتَبَكَ مَعَهُمْ۔

وَفَقَدَهٗ أَصْحَابُهٗ وَبَحَثُوْا عَنْهُ وَرَأَوْا فَرَسَهٗ عِنْدَ

الْكَنِيْسَةِ، فَتَوَجَّهُوْ نَحْوَهَا وَسَمِعُوْا الْجلبَةَ وَصَوْتَ السِّلَاحِ فِىْ الْكَنِيْسَةِ وَأَرَادُوْا الدَّخُوْلَ لَكِنَّ بَابُهَا مُغْلَقٌ مِنَ الدَّاخِلِ فَقَلعُوْا بَعْضَ السَّقْفِ ثُمَّ نَزَلُوْا عَلَيْهِمْ،

وَرَأَوا قَائِدَهُمْ مُمْسِكًا بِطَائِفَةٍ مِنْ اَمْعَائِهٖ بِيَدِهٖ الْيُسْرٰى وَهُوَ يُقَاتِلُهُمْ بِالسَّيْفِ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى۔ وَلَمَّا دَخَلَ اَصْحَابُهٗ الْكَنِيْسَةَ سَقَطَ بُسْرُ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ وَتَغَلَّبَ الْمُسْلِمُوْنَ على فُرْسَانِ الرُّوْمِ فَقَتَلُوْا بَعْضَهُمْ وَأَسَرُوْا الْبَاقِيْنَ وَقَالَ الاَسْرٰى الرُّوْمِ لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

نُنْشِدُكُمْ بِاللّٰهِ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ هَجَمَ عَلَيْنَا وَحْدَهٗ وَقَاتَلَنَا؟

قَالُوْا: هٰذَا بُسْرُ بْنُ اَرْطَاة

قَالُوْا: وَاللّٰهِ مَاوَلَدَتِ النِّسَاءُ مِثْلَهٗ وَرَدُّوْا أَمْعَائَهٗ فِى جَوفِهٖ، وَلَمْ يَنْخَرِقْ مِنْهٗ شِئٌ ثُمَّ عَصَبُوْهٗ بِعَمَائِمِهِمْ وَبَعْدَ ذٰلِكَ خَاطُوْا بَطْنَهٗ فَسَلِمَ وَعوْفِىَ وَاَسْتَئَانَفَ الْجِهَادَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهٗ))

کہتے ہیں کہ بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ رومیوں سے برسر پیکار تھے کہ رومی کافر' مجاہدین کے لشکر کے ساقہ یعنی پچھلے حصہ پر گھات Ambush لگانے لگے یعنی پچھلے حصہ لشکر پر چھپ کر حملہ کرتے' نقصان پہنچاتے اور غائب ہو جاتے۔ جب بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے میں سے ایک سو کے قریب مجاہدوں کو لے کر Anti Ambush پر نکل کھڑے ہوئے۔ کسی روز روم کی کسی وادی میں تنہا تھے کہ ان کی نظر وادی میں ایک گرجا پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں' تقریباً تیس کے قریب خچر گرجا کے گرد بندھے ہیں اور ان خچروں کے سوار گرجا کے اندر پناہ گزین ہیں۔ یہی وہ Ambush Team کے لوگ تھے۔ یہ دیکھ کر بسر رضی اللہ عنہ گرجا کی طرف بڑھے۔ اپنے گھوڑے کو کافروں کے خچروں کے قریب باندھا۔ گرجا میں جا گھسے۔ اکیلے' تن تنہا اور رومی تیس کے قریب۔ یہی نہیں کہ اکیلے اندر جا گھسے بلکہ گرجا کا دروازہ' پھاٹک اندر سے بند کرلیا اور رومی کافروں پر حملہ کر دیا۔ رومی اس اچانک اُفتاد وحملہ سے گھبرا اٹھے اور متعجب بھی ہوئے کہ اس مسلم کمانڈر کی نیت کیا ہے جو اس نے اندر سے دروازہ بھی بند کرلیا ہے۔ فدائی کی پھرتی دیکھو ابھی رومی کافر اپنا اسلحہ اٹھا بھی نہ پائے تھے کہ بسر رضی اللہ عنہ نے ان کے تین آدمی قتل کر دیئے اور باقیوں سے بھڑ گئے۔ گھوم گھوم کر چومکھا وار کرنے لگے۔

ادھر پیچھے ساتھیوں نے تلاش شروع کی۔ ان کو بھی گرجا اور گرجا کے گرد

بسر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا اور رومیوں کے خچر دیکھ کر معاملہ سمجھ آ گیا اور وہ گرجا کے اندر سے اسلحہ کی جھنکار اور لڑائی سن رہے تھے مگر دروازہ اندر سے بند ہونے کے باعث داخل نہ ہو سکتے تھے۔ سو چھت پھاڑ کر اندر اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا قائد' کمانڈر' فدائی بسر بن ارطاۃ اس حال میں ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی انتڑیاں پکڑ رکھی ہیں اور دائیں ہاتھ سے تلوار گھماتا ہوا رومیوں سے قتال کر رہا ہے۔ اللہ اکبر۔ یہ ہے نا مصداق اس حدیث کا جو ہمیں رباط کے دورہ میں امیر لشکر طیبہ ذکی الرحمان درس دیا کرتے ہیں۔ "يبتغي القتل والموت مظانه" (کہ موت اور قتل کو اس کی جگہوں سے تلاش کرتا ہے۔) گرجا کا دروازہ اندر سے بند کر کے اکیلا بسر رضی اللہ عنہ ۳۰ کے قریب رومیوں کافروں سے لڑتے ہوئے اپنی جنت ڈھونڈ رہا ہے۔ رومی Ambush پارٹی کا خاتمہ کر رہا ہے۔ یہ ہے Anti Ambush' بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پہنچنے پر غشی کھا کر گر پڑے۔ ساتھیوں نے بقیہ رومیوں کو قتل وقید کیا۔

قیدی رومی بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے پوچھنے لگے' تم کو اللہ کی قسم ہے بتلاؤ کہ یہ آدمی کون ہے۔ جس نے اکیلے ہم پر حملہ کیا اور ہم سے جنگ کی۔ ساتھیوں نے بتلایا کہ یہ ہمارا امیر بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ ہے۔

کہنے لگے اللہ کی قسم! ماؤں نے اس جیسا جوان پیدا ہی نہیں کیا' رومیوں

سے نمٹ کر ساتھیوں نے بسر رضی اللہ عنہ کی انتڑیاں سمیٹ کر اندر ڈالیں۔ اتفاق سے انتڑیاں کٹی نہیں تھیں۔ پھٹے پیٹ کو پگڑیوں سے باندھا' لے جا کر بسر رضی اللہ عنہ کا پیٹ سی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بسر رضی اللہ عنہ کو بچالیا۔ صحت بحال ہوگئی تو بسر رضی اللہ عنہ دوبارہ جہاد میں شریک ہوگئے۔

سبحان اللہ! فدائیت موت نہیں ہے' ایک جہادی شان ہے۔ اللہ سے پیار اور دین اسلام پر دیوانہ وار قربانی کی ایک شکل ہے۔ مگر جیسے ہم ہر عمل میں سلف کی سنت وطریقہ کو لازم پکڑتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں' اس مسئلہ میں بھی ہمیں سلف صالحین' شہداء' مجاہدین کی سنت وطریقہ کو ملحوظ رکھنا ہے۔

فداویہ کی بہت ساری مثالیں جو ہم نے ذکر کی ہیں' ان سب میں تکنیکی حوالہ سے ایک بات مشترک ہے۔ وہ ہے قتال۔ مسلمان یہ ذہن رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قتال فرض کیا ہے۔ قتال کی معراج شہادت ہے۔ شکلی حوالہ سے صدر اول سے لے کر لشکر طیبہ کے جہاد کشمیر تک کی فدائی کارروائیوں میں ایک بات جو بطور خاص اھل السنہ کے ہاں ملحوظ رہی ہے' وہ ہے کہ اس فدائی عمل میں ذہن فدائی ہو' شکل لڑائی ہو' حَمَلَ عَلیٰ الْعَدُوَّ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ" (کہ دشمن پر حملہ کرے پس لڑائی کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے) یہ شعار ہر جگہ اور ہر فدائی کے ہاں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

انس بن نضر کی شہادت کے لیے تڑپ:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمِّی الَّذِیْ سُمِّیْتُ بِهِ لَمْ یَشْهَدْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَدْرًا فَشَقَّ عَلَیْهِ قَالَ أَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غِبْتُ عَنْهُ وَاِنْ أَرَانِیَ اللّٰهُ مَشْهَدًا فِیْهَا بَعْدُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَیَرَانِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا أَصْنَعُ قَالَ فَهَابَهُ أَنْ یَقُوْلَ غَیْرَهَا قَالَ فَشَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ أُحُدٍ قَالَ فَاسْتَقْبَلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ أَنَسٌ یَا أَبَا عَمْرٍو أَیْنَ؟ فَقَالَ وَاهًا لِرِیْحِ الْجَنَّةِ أَجِدُهُ دُوْنَ أُحُدٍ قَالَ فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰی قُتِلَ قَالَ فَوُجِدَ فِیْ جَسَدِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ بَیْنِ ضَرْبَةٍ وَّطَعْنَةٍ وَّرَمْیَةٍ قَالَ فَقَالَتْ أُخْتُهُ عَمَّتِیَ الرُّبَیِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ فَمَا عَرَفْتُ أَخِیْ اِلَّا بِبَنَانِهٖ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآیَةُ: ﴿ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴾))

[مسلم، کتاب الامارة باب ثبوت الجنة للشهید رقم: ۱۹۰۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو ان کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں اس سے غائب تھا اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ نے کسی معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تو اللہ دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں؟ آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے کہنے لگے اے ابو عمرو! جنت کی خوشبو کے کیا کہنے احد پہاڑ کے دوسری طرف سے مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتی کہ شہید ہو گئے ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔

میری پھوپھی ربیع بن نضر رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی صرف ہاتھ کے پوروں سے پہچان کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾

مومنوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا اس پر سچے اترے بعض اپنی تمنا پا گئے اور بعض انتظار میں ہیں اور ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

ہر فدائی کارروائی میں زمانہ صحابہ سے لے کر لشکر طیبہ کے جوانوں تک آپ کو یہی تکنیک نظر آئے گی۔ مقاتلہ' مبارزۃ' فاضربوا' واقتلوا' وخذوا' واحصروا۔ اس قدر کثرت سے اس لفظ کا تکرار ہے ((فقاتل حتی قتل)) ہمارے لشکر طیبہ کے جوان بھی اسی طرح فدائی کارروائی کرتے ہیں۔کیمپ پر حملہ کرتے ہیں۔ تاک تاک کے نشانے لگاتے ہیں۔ ان کو مارتے جاتے ہیں۔ گھستے ہی چلے جاتے ہیں۔لڑائی میں شدت آتی ہے اور اکثر مجاہدین لڑتے ہوئے اپنے نکلنے کا راستہ بناتے ہیں اور اکثر اوقات اللہ کی مدد سے سلامتی کے ساتھ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی لڑائی کی شدت میں شہید بھی ہو جاتے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر اوقات ہندو فوجی اپنی بے پناہ تعداد کے باوجود ان کے آگے لگ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ یا بے پناہ نقصان اٹھانے کے بعد اس فدائی کو شہید کر دیتے ہیں۔یہی تو اس کا مطلوب ہوتا ہے۔

ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فدائیت میں شکل اور طریقہ یہی ہے۔

مارو' وار کرو' للکارو' عقیدہ اور ایمان کی مضبوطی دکھاؤ۔ اللہ بھی دیکھے' اس کے بندے بھی دیکھیں کہ کس طرح سے مجاہد اسلام پر فدا ہوتا ہے۔ کافر بھی دیکھیں۔ مسلمانوں کے بارے میں ان کا ذہن بدلے' مسلمانوں کی جرات وشجاعت' بے خوفی' شہادت سے پیار' دشمن کو یہی باتیں تو خوف زدہ کر کے پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کرتی ہیں۔

صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کو صلیبیوں کے خلاف جو عظیم کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں' ان کا سہرا انہی فدائیوں کے سر ہے۔ اس میں مثالی فدائیت کا دخل ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے پاس جو سب سے بڑی قوت تھی' وہ اس کے فدائی ہی تو تھے جن کی دہشت سے جرمنی' آسٹریا اور انگلستان کے ہنری' فریڈرک اور رچرڈ شیر دل' گیدڑ بن گئے تھے۔ اور یہ تو تاریخ سے ثابت ہے کہ صلاح الدین نے ان فدائیوں کو کس طرح اپنے بیٹوں سے کہیں زیادہ محبت کے ساتھ پالا تھا۔ اور ان کی ٹریننگ خود کی تھی۔ ننگے بدن بغیر زرہوں کے لڑنے' دوڑنے' حملہ کرنے کی مشق کروائی تھی۔ مٹھی بھر بھنے ہوئے چنے لے کر یروشلم کے تپتے دہکتے صحرا میں دن بھر ہلکے پیٹ اور ہلکے وزن کے ساتھ تیز رفتار گھوڑوں پر صلیبی لشکر کو بھگا بھگا کر مارا۔ اللہ کی قسم فدائی کی تو شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تو (ایوبی کی اصل قوت یہی فدائی تھے)

رچرڈ Richard نے یورپ کی گیارہ ریاستوں سے ان کی آمدنی کا دسواں

حصہ ایک بہت بڑے اجلاس میں یورپ کے بادشاہوں سے مانگا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف لڑنے اور یروشلم کو چھڑانے کے لئے مال چاہیئے۔ یہی تو وہ Tenth تھا جو بعد میں لفظی بگاڑ سے Tax میں بدل گیا' یاد رہے کہ رومن زبان میں دس کو X سے ظاہر کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم تو تاریخ سے اس کا اثبات رکھتے ہیں کہ لندن شہر بھی For sale تھا' Richard نے اسے فروخت کرنے کا اعلان کیا تھا کہ میں لندن شہر فروخت کروں گا' یورپ کا کوئی بھی بادشاہ اسے خرید لے اور اس رقم سے صلاح الدین کے خلاف جنگ کا خرچہ مہیا کروں گا۔ قتالی فدائی حملے دشمن کی نفسیات کو چور چور کر دیتے ہیں۔ اس کے حوصلوں کو پست کر دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فدائیوں کے نام سے ہی تو قبرص کے بادشاہ کو خوفزدہ کیا تھا' دھمکایا تھا۔ جب اس نے قبرص کے ساحلی علاقہ کے مسلمانوں کو ظلماً قید کر لیا تھا اور غلام بنا لیا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے قبرص کے عیسائی بادشاہ ''سجوان'' کو خط لکھا۔ اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ عقیدہ توحید کا اثبات اور تثلیث و مسیحیت کا رد کیا۔ پھر اسے کہا کہ مسلمانوں کو غلام بنانے اور قید کرنے کی تمہیں کس طرح ہمت ہوئی۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ مسلمان اپنے بھائیوں کے حقوق و آزادی کے غصب کیئے جانے کا انتقام لیں گے۔ پھر کہا:

« ثُمَّ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْفِدَاوِيَةِ مَنْ قَدْ بَلَغَ الْمَلِكَ خَبَرُهُمْ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا الَّذِيْنَ يَغْتَالُوْنَ الْمُلُوكَ عَلَى فُرُشِهِمْ وَعَلَى اَفْرَاسِهِمْ »

یہ بھی یاد رکھو کہ مسلمانوں کے پاس ایسے ایسے فدائی ہیں جو بادشاہوں کو ان کے تختوں پر سے اچک لیتے ہیں یا خفیہ قتل کر دیتے ہیں اور ان کو اپنے گھڑ سوار دستوں کے اندر سے اٹھا لیتے ہیں۔ بادشاہ کو تاریخ کے قدیم وجدید سے اس کی خبر ہونی چاہئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فدائی عمل کو نہ صرف سراہا اور پسند کیا بلکہ اسے ایک بہت بڑی جہادی عسکری قوت کے طور پر استعمال بھی کیا۔ کافروں کو اس کا ڈراوا بھی دیا۔ یہی اصل اور صحیح فدائیت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی طرح کی فدائی کارروائی کرتے تھے اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے تو فیصلہ ہی کر ڈالا' صاف صراحت فرمائی۔ اپنے آپ کو فدا کرنے کے لئے اللہ تعالی سے دعا فرمائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں کہا۔ اے سعد! تم اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ اس کے بعد یہ دونوں ایک گوشہ میں گئے۔ حضرت سعد نے اس طرح دعا مانگی کہ اے میرے رب! جب دشمنوں سے مڈ بھیڑ ہو تو میرے سامنے

ایک ایسے آدمی کو لا جو سخت حملہ آور ہو اور بہت ہی قتال میں ہو۔ میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھے اس پر کامیابی کی توفیق عطا فرما کہ میں اسے قتل کردوں اور اس کا سارا مال لے لوں۔ ان کی دعا پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔

پھر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی۔

« اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي رَجُلًا شَدِيْدًا حَرْدُهٗ، شَدِيْدًا بَاسُهٗ اُقَاتِلُهٗ يُقَاتِلُنِي ثُمَّ يَأخُذُنِي فَيَجْدَعُ اَنْفِي وَاُذُنِي »

[یہ حدیث صحیح ہے۔ مستدرك حاكم ۲/۷٦۔۷۷، حلية الاولياء ۱/۱۰۹]

اے میرے اللہ! مجھے ایک ایسے آدمی سے مقابلہ کی توفیق دے جو سخت حملہ آور ہو اور سخت جنگجو بھی۔ میں تیرے لیے اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھے پکڑے میری ناک بھی کاٹ دے میرے کان بھی کاٹ دے۔ جب میں کل روز قیامت تجھ سے ملوں تو پوچھے کہ کس لیے تیری ناک اور کان کاٹے گئے؟ میں عرض کروں کہ تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میرے کان اور ناک کاٹے گئے۔ تو کہے کہ ہاں! تو سچ کہتا ہے۔ حضرت سعد نے آمین کہی۔

حضرت سعد اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر رہی۔ میں نے اسی دن کے آخر میں ان کو دیکھا کہ ان کی

ناک اور کان کٹے ہوئے ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے تھے۔

یہ سنت سے ثابت فدائی شکل ہے۔حملہ۔ پھر قتال۔خوب زور وشور سے قتال پھر قربانی۔ و اما النصر و اما الشھادۃ پھر فتح یا شہادت۔ یہ ہے صحیح فدائی کارروائی۔

عبداللہ بن مبارک، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں:

« قَالَ مَرَرتُ یَوُمَ الُیَمَامَۃِ بِثَابِتِ بُنِ قَیُسٍ وَھُوَ یَتَحَنَّطُ فَقُلُتُ: یَا عَمِّ اَلَا تَرٰی مَا یلقیِ الُمُسُلِمُوُنَ وَاَنُتَ ھِنَا؟ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ الُآنَ یَا ابُنِ أَخِیُ فَلَبِسَ سَلَاحَہُ وَرَکِبَ حَتیّٰ اَتیَ الصَّفَّ ثُمَّ قَاتَلَ حَتیّٰ قُتِلَ »

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہتے ہیں کہ میں جنگ یمامہ کے دن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور وہ حنوط لگا رہے تھے، میں نے کہا چچا، آپ اور یہاں۔کیا آپ دیکھتے نہیں کہ مسلمانوں پر آج کتنا مشکل وقت ہے؟ تو ثابت رضی اللہ عنہ مسکرائے، کہنے لگے۔بھتیجے ابھی اور اسی وقت۔یہ کہ کر اپنا اسلحہ پہنا، گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دشمن کی صف کے پاس گئے اور اس سے قتال کیا، لڑائی کی، حملہ کیا، لڑتے ہی رہے۔حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔حنوط وہ خوشبو ہے جو میت پر لگائی جاتی ہے۔گویا

تیاری شہادت اور قربانی دینے کی مگر شکل وہی کہ ہتھیار بند ہوئے، گھوڑے پر سوار ہوئے پھر حملہ کر دیا۔ دشمن کی صفوں میں گھسے اور شیروں کی طرح صف کو چیرتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں دشمن کے وار سے قتل ہوگئے۔ یہ صحابہ کرام کی فدائی کارروائیاں ہیں۔ جان فدا کرنے کا ذہن، قتال کا عمل اور دشمن کے وار سے خاتمہ بالشھادۃ

غزوہ احد کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو کہیں زخمیوں میں تلاش کرو اگر وہ دکھائی دیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور ساتھ ہی کہنا کہ میں نے ان کی خبر پوچھی ہے؟ زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی تلاش شروع کر دی اور ان کو ڈھونڈ لیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر کے قریب زخم تھے اور وہ آخرت کی تیاریوں میں تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام ان کو پہنچایا۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر اور تم پر سلام۔ آپ سے میرا یہ پیغام عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور میری قوم انصار سے یہ کہنا کہ جب تک تمہارے بدن میں جان ہے اگر تمہاری زندگی اور موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی تو

اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ روح جسم سے پرواز کرگئی۔

[مستدرك حاكم ۲۰۱/۳، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا]

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِكِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُقَدِّمَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی أَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهٗ فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّةٍ أَرْضُهَا السَّمٰوٰاتُ وَالْأَرْضُ قَالَ: یَقُوْلُ عُمَیْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْأَنْصَارِیُّ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰاتُ وَالْأَرْضُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یَحْمِلُكَ عَلٰی قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا رَجَاءَ ةَ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ یَأْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ أَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰكُلَ تَمَرَاتِیْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَیٰوةٌ طَوِیْلَةٌ قَالَ فَرَمٰی بِمَا كَانَ

مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ))

[مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان بدر کی طرف چلے یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ”جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔“ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔“ (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا بہت خوب بہت خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا آپ نے فرمایا تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔ اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر بولے اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھالوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی چنانچہ ان کے پاس

جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا۔ پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

یرموک کا میدان سجا۔ امین الامت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہیں، رومیوں کی صفیں اور مسلمانوں کی جماعت آمنے سامنے، فدائی خون نے جوش مارا۔ ایک آدمی اٹھا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ان پر شدید حملہ کروں۔ آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہنا ہے:

إِمَّا النَّصْرُ وَإِمَّا الشَّهَادَةُ ابوعبیدہ نے کہا کہ میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہم نے اللہ کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھ لیا ہے۔

یہ تو مثالیں ہیں ان واقعات کی کہ جن میں فدائی عمل کی شکل اور طریقہ کو صحابہ کرام کے معمول سے واضح کیا ہے۔

یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ فدائی کارروائی یا عمل میں موت ہی ضروری نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے دور میں ایسی بھی بے شمار مثالیں ہیں جن میں فدائی کارروائی ہے۔ شکل قتال اور شدید قتال ہے۔ ایک ایک آدمی کا ہزاروں کی تعداد والے دشمن پر حملہ ہے اور فدائی صحیح سلامت محفوظ رہے ہیں۔ سیدنا خالد بن الولید، قعقاع بن عمرو، ضرار بن الازور، مثنی بن حارثہ، زبیر بن العوام، سلمۃ بن الاکوع، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہم وغیرہ یہ سب وہ صحابہ ہیں جو بار بار فدائی کارروائی کرتے

تھے۔لشکروں کے لشکرادھیڑ کرر کھ دیتے تھےمگر اللہ تعالی نے ہمیشہ ان کو بار بار مواقع دیئے اوران کی حفاظت فرمائی۔قعقاع تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ایک ہزار کی جگہ پر تھے۔اسی طرح زبیر بن العوام نے وار کیا تو خود سمیت زین تک دشمن کو دوحصوں میں کاٹ دیا۔کسی نے کہا کہ سبحان اللہ کیا کمال تلوار ہے‘ کہنے لگے کہ بازو کا بھی تو کمال ہے جس کو اللہ نے اس قدر قوت عطا کی ہے۔

فدائی کارروائی خودکشی کارروائی نہیں ہوتی کہ اپنے آپ کو مارلے۔یہ تو جنگ وقتال کا ایک انداز ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ لشکر طیبہ کے جوان فدائی کارروائی کرتے ہیں تو الحمد للہ کتنے ہی عافیت کے ساتھ بچ کر آتے ہیں۔ سری نگر ۱۵ کور بادامی باغ کی کارروائی میں اتنی شدید جنگ اور دلیرانہ حملہ کے باوجود چار میں سے تین فدائی محفوظ رہے۔

سری نگر ایئرپورٹ کے واقعہ میں صلاح الدین بھائی جو مجموعہ کا امیر بھی تھا‘ لڑتے مارتے زندہ سلامت بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔

دہلی کے لال قلعہ والے فدائی حملہ میں دونوں جوان زندہ سلامت محفوظ رہے اور واپس آئے۔ بلکہ ایک محتاط تجزیہ کے مطابق فدائی کارروائیوں میں ہمارے نوجوانوں نے دشمن کا نقصان بھی زیادہ کیا ہے اور زندہ بچ نکلنے میں کامیابی بھی زیادہ ہوئی ہے۔

مسلمان فدائی اور خودکش ذہن میں بنیادی فرق ہے حالات کیسے ہی Crutial کیوں نہ ہوں' صورتحال کتنی ہی گھمبیر کیوں نہ ہوجائے' مسلم فدائی یہ چاہے گا کہ وہ کافر مشرک کے وار سے مارا جائے۔ اسے کافر قتل کرے' اس پر وار کرے۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں مگر اس کا قاتل اللہ کا دشمن ہوتا کہ وہ اللہ کے سامنے کہہ سکے کہ اے اللہ دیکھ میں تیرے دین کی سربلندی کے لئے تیرے نام کے لئے تیرے دشمن کے ہاتھوں کس کس طرح سے قربان ہوا ہوں۔ کس طرح سے قتل ہوا ہوں۔ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ کا مصداق ہو۔

اللہ تعالیٰ جہاد وقتال والی زندگی اور شہادت والی موت عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین!